قرائنِ وضعِ حدیث؛ مولانا محمد انوار اللہ فاروقی کی آراء کا تجزیاتی مطالعہ

Signs of Fabrication in Hadith; An analytical study of Mawlānā Muhammad Anwār Ullāh Fārūqī's opinions

*عمران سلیم

*ڈاکٹر یاسر عرفات

Abstract

Fabrication is strictly prohibited in Islam. For The Holy Prophet (Peace be upon him) mentioned the Hell fire as penalty for those who fabricate. Mawlānā Anwār ullāh Farūqī is renowned scholar for his distinguished research regarding fabrication. He opposed his former scholar regarding presumptions to declare a narration as fabricated. He does not consider odd words of a narration only reason to declare it fabricated, whereas, he also considers the spiritual revelations a source to authenticate a Hadith. Moreover, he also opposed his formers scholars regarding exaggeratedly mentioned penalty or reward for some deeds. In short, he just turned the other side of coin .In his research he just emphasized the possibilities that may sort it to Ṣaḥīḥ Ḥadīth.

***Key words**:وضع Fabrication, قرینہ sign, کشفSpiritual revelation, distinguished, presumptions, exaggeratedly*

* پی ایچ ڈی اسکالر، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ وعربی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

مولانا محمد انوار اللہ فاروقی، احوال و آثار:

مولانا انوار اللہ فاروقی برّ صغیر کے ان اصحابِ علم و دانش میں شمار ہوتے ہیں جن کو اللہ ربّ العزت نے شریعت کے علم سے بھی نوازا اور راہِ طریقت کا راہی بھی بنایا۔ آپ قندہار میں ۱۲۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ عبد الحئ حسنی (م ۱۳۴۱ھ) نے آپ کا نسب نامہ کچھ یوں بیان کیا: انوار اللہ بن شجاع الدین بن قاضی سراج الدین عمری حنفی قندہاری حیدر آبادی۔[1] آپ نے حفظِ قرآنِ کریم کی سعادت حاصل کی اور اپنے علاقے کے اساتذہ سے مختصرات کا درس لیا۔ آپ کی اصل علمی تربیت جس نے آپ کی پوشیدہ صلاحیتوں کو چار چاند لگائے وہ برّ صغیر کے جلیل القدر ائمہ کی بارگاہ میں زانوئے تلمّذ طے کر کے ہوئی۔ شیخ عبد الحلیم انصاری لکھنوی سے پڑھا، اور پھر ان کے صاحبزادے عبد الحئ لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ) کے ہاں علمی پیاس بجھاتے رہے۔ شیخ عبد اللہ یمنی سے علم تفسیر میں استفادہ کیا اور تصوف کے اسباق اپنے والد گرامی سے سیکھے، انہی سے اجازت بھی پائی۔ بہت سے علوم وفنون حاصل کرنے کے بعد مستقل سرکاری ملازمت اختیار کی اور ۱۲۹۴ھ میں حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی اور وہاں شیخ امداد اللہ مہاجر مکّی سے ملاقات ہوئی، ان کی بیعت کا شرف بھی حاصل کیا اور اجازت بھی پائی۔[2] اس دور میں نمایاں کارکردگی پر جن اعزازات سے نوازا جاتا تھا ان میں سے اکثر آپ کو حکومت کی طرف سے ملے۔ فضیلت جنگ، خان بہادر، نواب فضیلت جنگ جیسے القابات سے نوازے گئے۔ ۱۳۳۶ھ بمطابق ۱۹۱۷ء کو آپ خالقِ حقیقی سے جاملے اور مدرسہ نظامیہ کے وسیع صحن میں آپ کو سپردِ خاک کیا گیا۔[3]

آپ کثیر التصانیف مشائخ میں شمار ہوتے ہیں اصولِ حدیث کی فقط ایک جہت "حدیثِ موضوع" کے ایک ذیلی عنوان "قرائن وضع" پر آپ کی مستقل تصنیف "**الكلام المرفوع فيما يتعلق بالحديث الموضوع**" ہے۔ اس کتاب میں فاضل مصنف نے موضوع حدیث کے اصول وضوابط اور اس معاملہ میں پائی جانے والی افراط و تفریط سے محفوظ راستہ کی نشاندہی کی ہے۔ کتاب ہذا میں اس نوع کے قریباً تمام پہلوؤں کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

قرینہ اولیٰ، اقرار وضع:

اصولِ حدیث کی تمام کتب میں قرائنِ وضع بیان کرتے ہوئے آغاز میں اقرار وضع کو سرفہرست رکھا جاتا ہے۔ اقرارِ وضع کے متعلق مولانا انوار اللہ (م ۱۳۳۶ھ) نے لکھا:

"حکم بالوضع اقرار سے قطعی اور موافقِ نفس الامر کے نہیں ہے، کیونکہ جائز ہے کہ وہ اقرار جھوٹا ہو"(4)

اگر اقرارِ وضع سے بھی روایت کا نفس الامر (حقیقت) میں موضوع ہونا قطعی نہیں تو دیگر قرائن سے کسی روایت کی موضوعیت کس طرح قطعی ہو سکتی ہے۔ ایک ہی روایت کو بعض ثقات بلا تصریح موضوعیت بیان کر رہے ہوتے ہیں جبکہ بعض اسی روایت کو موضوع قرار دے رہے ہوتے ہیں۔

مولانا انوار اللہ نے اس بحث کے آخر میں لکھا:

"الحاصل راوی کے ضعیف، یا متروک یا وضاع ہونے سے اس کے مرویات قطعاً موضوع نہیں ہوتے"(5)

قرینہ ثانیہ، رکاکتِ لفظیہ:

وضع کی پہچان کا ایک طریقہ یہ ہے کہ روایت کے الفاظ رکیک ہوں جو شانِ فصاحتِ نبوی ﷺ سے بعید ہوں، مولانا کو اس قرینہ پر اشکال ہے، لکھتے ہیں:

"اور یہ قرینہ بھی قطعی نہیں اس لیے کہ روایت بالمعنیٰ اکثر محدّثین کے پاس درست ہے، تو جائز ہے کہ وہ روایت بالمعنیٰ ہو یعنی مضمون اس کا صحیح اور الفاظ حدیث شریف کے نہ ہوں"(6)

یعنی عین ممکن ہے کہ جو شخص روایت بیان کر رہا ہے وہ صحیح یا حسن حدیث کا مفہوم بیان کر رہا ہو، یہ تو ایک حقیقت ہے کہ رسول اللہ جیسی فصاحت کا حصول مخلوق میں سے کسی بھی حاصل نہیں ہو سکتی، البتہ مفہوم بیان کرنے والا غیر فصیح کلام میں آپ کی بات کو درست مفہوم کے ساتھ امت تک پہنچا تو سکتا ہے۔ یہ فکر اسلاف کے ہاں بھی ملتی ہے، جلال الدین سیوطی (م۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

"أما ركاكة اللفظ فقط، فلا تدل على ذلك، لاحتمال أن يكون رواه بالمعنى، فغير ألفاظه بغير فصيح، ثم إن صرح بأنه من لفظ النبي ﷺ فكاذب"(7)

"البتہ فقط رکاکتِ لفظی وضع پر دلالت نہیں کرتی، کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ راوی نے روایت بالمعنیٰ کی ہو اور الفاظ کو غیر فصیح کلمات سے بدل دیا ہو، پھر اگر وہ اس بات کی تصریح کرے کہ یہ تبدیل شدہ الفاظ رسول اللہ ﷺ کے ہیں، تو ایسا شخص جھوٹا ہے"

موضوع روایات پر مشتمل کتب میں اس کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں، محدّثین روایات کو نقل کر کے لکھ دیتے ہیں کہ معنیٰ درست ہے اور الفاظ ثابت نہیں۔

مولانا نے رکاکتِ لفظی کے ساتھ ساتھ رکاکتِ معنوی پر بھی کلام کیا اور کہا کہ رکاکتِ لفظی کی کئی صورتیں ہیں ان میں سے ایک صورت یہ ہے کہ کلام مخالفِ عقل ہو، آپ نے اس پر یہ اشکال وارد کیا کہ یہ بھی کلیہ نہیں ہو سکتا کیونکہ جس عقل کی مدح میں حدیث قوام المرء عقله و افلح من رزق لبّاً وارد ہے وہ خود کیمیا اور اس کی ندرت پر روایات موجود ہیں، اور بہت سی احادیث ایسی ہیں جن کو محض اعتقاد سے

مان لیا گیا ہے جیسے احادیثِ معراج وحشر وصراط وغیرہ، اب عقل اِن احادیث کو ماننے یا نہ ماننے اعتقاد اِن کو قبول کرتا ہے اور عقیدہ اہلِ سنت کے مخالف نہ ہونا ضروری ہے، اگر بظاہر عقیدہ اہلِ سنت کے مخالف بھی ہو مگر تاویلِ صحیح اسے قبول کر رہی ہو تب بھی ایسی روایت کو قطعاً موضوع نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ اکثر احادیث میں تاویل ہوتی ہے تو اس بات کا قوی امکان ہے کہ روایت اس قسم سے متعلق ہو۔[8]

رکاکتِ معنوی کی دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ روایت نصوصِ قطعیہ، حدیث متواترہ یا اجماع وغیرہ کے مخالف ہو، تو یہ بھی نفس الامر (حقیقت) میں اس وقت موضوع تسلیم کی جائے گی جب تک تاویل قبول نہ کرے۔[9]

کشفِ صحیح سے تصحیحِ حدیث کا نظریہ:

مولانا نے ایک ایسی بحث کو بھی اپنی تصنیف میں جگہ دی جو عموماً اصولِ حدیث کی کتب میں نہیں پائی جاتی، وہ ہے صوفیہ کے کشف کے ذریعے احادیث کی تصحیح سے متعلق۔ آپ نے اس پر متقدمین کے اقوال اور اُن کا عمل پیش کیا۔

ابن جوزی (م:۵۹۷ھ) نے ایک روایت بیان کی:

من احْتَجَمَ يَوْمَ الأَرْبِعَاءِ وَيَوْمَ السَّبْتِ فَأَصَابَهُ مَرَضٌ فَلا يَلُومَنَّ إِلا نَفسه [10]

"جس نے بدھ یا ہفتہ کے دن حجامہ کیا اور اسے کوئی مرض لاحق ہو گیا تو وہ اپنے آپ کو ملامت کرے"

ابن جوزی (م:۵۹۷ھ) نے اسے موضوعات میں ذکر کیا، جبکہ علامہ سیوطی (م:۹۱۱ھ) نے اس پر تعقب کیا اور کہا:

"میں کہتا ہوں کہ حضرت ابو ہریرۃ کی حدیث کی تخریج امام بزار نے کی ہے اور حاکم نے حماد بن سلمہ عن سلیمان بن ارقم کی طریق سے اور یہ متابعت اسماعیل کے لیے تقویت کا باعث ہے [11] اس بحث کو پیش کرنے کے بعد امام سیوطی (م ۹۱۱ھ) نے ایک واقعہ نقل کیا کہ محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے کہہ دیا کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور میں نے بدھ کے دن حجامہ کروالیا تو مجھے برص ہو گیا، پھر میں نے خواب میں نبی اکرم کی زیارت کی اور اپنا حال بیان کیا تو حضور نے فرمایا میری حدیث کی توہین سے بچو"۔[12]

یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد مولانا انوار اللہ (م:۱۳۳۶ھ) ایک فائدہ ذکر کرتے ہیں:

"اس پر ایک اور بات معلوم ہوئی کہ محمد بن جعفر نیشاپوری نے جو اس قصہ کو ذکر کیا اور بعد اس خواب کے ان کو اس حدیث کی پوری تصدیق ہو گئی تھی جس کی وجہ سے وہ پورا واقعہ بیان کیا کرتے تھے" [13]

"مَنْ عَزَّى مصابا فَلهُ مثل أجره"[14]

"جس نے کسی مصیبت زدہ کی مدد کی اسے اسی کی مثل اجر ملے گا"

یہ روایت علی بن عاصم نے محمد بن سوقہ سے بیان کی ہے جن کے متعلق محدثین نے کلام کیا ہے۔

بیہقی نے اس روایت کو بیان کیا اور طرق بتانے کے بعد لکھا کہ محمد بن ہارون کہتے ہیں کہ:

"رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ حَدِيثُ عَلِيِّ بْنِ عَاصِمٍ الَّذِي يَرْوِيهِ عَنِ ابْنِ سُوقَةَ مَنْ عَزَّى مُصَابًا هُوَ عَنْكَ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ كُلَّمَا حَدَّثَ بِهَذَا الْحَدِيثِ بَكَى" [15]

"میں نے ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ علی بن عاصم حدیث (من عزی مصابا) ابن سوقہ سے روایت کرتے ہیں کیا وہ آپ ﷺ نے فرمایا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ اس کے بعد محمد بن ہارون جب کبھی اس حدیث کو روایت کرتے رو دیتے"۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

"حدثنا علي بن مسهر، قال: سمعت أنا وحمزة الزيات من أبان بن أبي عياش نحوا من ألف حديث، قال علي: فلقيت حمزة، فأخبرني أنه رأى النبي ﷺ في المنام، فعرض عليه ما سمع من أبان، فما عرف منها إلا شيئا يسيرا خمسة أو ستة"[16]

"علی بن مسہر بیان کرتے ہیں کہ میں نے اور حمزہ زیات نے ابان بن ابی عیاش سے قریباً ایک ہزار احادیث سنیں، علی بن مسہر کہتے ہیں کہ میری حمزہ زیات سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھے خبر دی کہ انہوں نے خواب میں نبی علیہ السلام کی زیارت کی اور جو کچھ ابان سے سنا تھا سب پیشِ خدمت کیا، تو آپ علیہ السلام نے بہت کم حدیثوں کی تصدیق فرمائی، پانچ یا چھ کی"

امام مسلم نے اس روایت کو "باب الکشف عن معایب رواۃ الحدیث" میں بیان کیا ہے، گویا کہ ابان کی روایات میں کثیر بارگاہِ رسالت مآب میں ناپسندیدہ تھیں اور حمزہ زیات نے خواب کے ذریعے امت کو اسکی اطلاع دی۔ اور خواب میں جس نے نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی اس نے حق دیکھا، اس پر صحیح بخاری کی یہ روایت شاہد ہے:

"مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَأَى الحَق"[17]

"جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا"

مولانا انوار اللہ ساری بحث اور دلائل پیش کرنے کے بعد مذکورہ حدیث کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مثل محدّثین کے اولیاء اللہ بھی بہت سی حدیثیں خواب میں یا کشفِ صحیح سے آنحضرت ﷺ سے تصحیح کر لیتے ہوں گے۔ جب عموماً کسی بزرگ کی ولایت مسلّم ہو جائے تو اس بنا پر ان کی نقل کی ہوئی حدیثوں کو مان لینے میں کوئی محل تردد نہ ہو گا" [18]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ مصنف کشف صحیح سے تصحیح احادیث کے قائل ہیں اور اس پر وہ مضبوط دلائل رکھتے ہیں۔

قرینہ ثالثہ، وعد و وَعید میں افراط:

قرائنِ وضعِ حدیث میں سے ایک قرینہ یہ ہے کہ تھوڑے کام پر زیادہ ثواب یا سخت وعید ہو، امام سیوطی (م ۹۱۱ھ) نے قرائنِ وضع بیان کرتے ہوئے لکھا:

الإفراط بالوعيد الشديد على الأمر الصغير، أو الوعد العظيم على الفعل الحقير[19]

"کسی چھوٹے سے کام پر شدید وعید سنائی گئی ہو یا کسی قلیل عمل پر بہت زیادہ ثواب کا وعدہ ہو"

مولانا انوار اللہ نے وضعِ حدیث کے اس قرینے پر بھی اپنے تحفّظات کا اظہار ان لفظوں میں کیا:

"اس پر بھی قطعیت وضع کی معلوم نہیں ہو سکتی کیونکہ کثرتِ ثواب کا مدار تو فضلِ الٰہی پر ہے"[20]

اس کے بعد مولانا نے قرآن و سنت سے دلائل پیش کیے جن کو اجمالی طور پر ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:

قرآن کریم میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

"لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ"[21]

"شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے"

ایک رات عبادت کا اجر و ثواب ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ ہونا بتا رہا ہے کہ اجر و ثواب اللہ کریم کے دستِ قدرت میں ہے جس کو جتنا چاہے، جس عمل پر چاہے عطا فرما دے۔ ابن ماجہ کی ایک صحیح روایت میں ہے:

"قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " يُصَاحُ بِرَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ، فَيُنْشَرُ لَهُ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ سِجِلًّا، كُلُّ سِجِلٍّ مَدَّ الْبَصَرِ، ثُمَّ يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: هَلْ تُنْكِرُ مِنْ هَذَا شَيْئًا؟ فَيَقُولُ: لَا، يَا رَبِّ، فَيَقُولُ: أَظَلَمَتْكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُونَ؟ فَيَقُولُ: لَا، ثُمَّ يَقُولُ: أَلَكَ عُذْرٌ، أَلَكَ حَسَنَةٌ؟ فَيُهَابُ الرَّجُلُ، فَيَقُولُ: لَا، فَيَقُولُ: بَلَى، إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَاتٍ، وَإِنَّهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ، فَتُخْرَجُ لَهُ بِطَاقَةٌ فِيهَا: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، قَالَ: فَيَقُولُ: يَا رَبِّ مَا هَذِهِ الْبِطَاقَةُ، مَعَ هَذِهِ السِّجِلَّاتِ؟ فَيَقُولُ: إِنَّكَ لَا تُظْلَمُ، فَتُوضَعُ السِّجِلَّاتُ فِي كِفَّةٍ، وَالْبِطَاقَةُ فِي كِفَّةٍ، فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ، وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ"[22]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے ایک شخص کو قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے لایا جائے گا اس کے ننانوے دفتر ہوں گے، ان میں سے ہر دفتر تا حدّ نگاہ وسیع ہو گا، پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: کیا اس میں سے تو کسی چیز کا انکار کرتا ہے؟ وہ عرض کرے گا نہیں میرے ربّ، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا میرے کاتبوں نے تجھ پر ظلم تو نہیں کیا؟ تو وہ عرض کرے گا نہیں، پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا تیرے پاس کوئی عذر یا نیکی ہے؟ تو بندہ ڈرتے ہوئے عرض کرے گا نہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کیوں نہیں، ہمارے پاس تیری نیکیاں ہیں، آج تمہیں کوئی عذاب نہیں ملے گا، اس کی ایک چٹھی نکالی جائے گی جس میں **أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ** لکھا ہو گا، بندہ فرطِ تعجب میں عرض گزار ہو گا، یہ چٹھی کیا ہے! جبکہ گناہوں کے دفتر اس قدر موجود ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا، آج تجھے عذاب نہیں دیا جائے گا، تیرے گناہوں کے دفتر ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے اور یہ چٹھی دوسرے پلڑے میں رکھی جائے گی، تو گناہوں کے دفاتر والا پلڑا ہلکا اور چٹھی والا پلڑا بھاری ہو جائے گا"

اس حدیث میں بھی تھوڑے کام پر اتنے اجر کا مژدہ سنایا گیا ہے کہ عقلِ انسانی ششدر رہے، لیکن چونکہ ثواب کا دارومدار فقط منشائے ربانی پر موقوف ہے اس لیے عقل کو اس میں کوئی دخل نہیں، اور وضع کا قرینہ اس صحیح روایت میں ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

اس کے بعد حدیثِ صلوٰۃ التسبیح پر مولانا نے وسیع و عریض کلام کیا اور ابن جوزی (م ۵۹۷ھ) نے جو اس روایت کو موضوع قرار دیا، اور دیگر اہلِ علم نے جو ابنِ جوزی (م ۵۹۷ھ) کی تردید میں لکھا انہیں مولانا نے تفصیلاً تحریر کیا۔[23]

محدّثین کے اجتہادات و استدلالات کے متعلق لکھتے ہیں:

"محدّثین کے اجتہاد و استدلال ایک قسم پر نہیں ہیں، کسی کی نظر مصالح سے متعلق ہوتی ہے اور کسی کی نفس اسناد سے"[24]

یعنی کچھ محدّثین کسی مصلحت کی بنا پر روایات کو درجہ صحت سے گرا دیتے ہیں یا موضوع قرار دے دیتے ہیں اور کچھ فقط رواۃ کی بنا پر حکم لگا دیتے ہیں، جبکہ راہِ اعتدال اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ رواۃ کی چھان بین کے ساتھ ساتھ الفاظِ حدیث پر بھی غور و فکر کیا جائے اور نہایت دیانت داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے امت کے سامنے درست مؤقف رکھا جائے۔

اس بات کی مثال پیش کرنے کے لیے مولانا انوار اللہ حیدر آبادی (م ۱۳۳۶ھ) نے ابنِ تیمیہ (م ۷۲۸ھ) کے حوالے سے لکھا:

"ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۲۸ھ) نے زیارتِ نبی کریم کی ممانعت میں اس قدر زور دیا کہ جتنی حدیثیں زیارت کے باب میں وارد ہیں ان سب کو موضوع قرار دیا اس خیال سے کہ زیارت و توسّل و استغاثہ وغیرہ سے شرک لازم آتا ہے۔ شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے ردّ میں شفاء السقام تصنیف کی اور اس میں اس خیال کی تغلیط کر کے رجالِ اسانید اور تخریج احادیث کے متعلق محققانہ بحث کی ہے اور ثابت کر دیا کہ وہ سب حدیثیں صحیح ہیں اور توسّل وغیرہ درست ہے"[25]

یعنی ایک ناممکن خطرہ جو ابن تیمیہ کے پیشِ نظر تھا وہ شرک تھا جس کی بنا پر اُن کی رائے بہت سی روایات کے متعلق سخت ہو گئی، جبکہ دیگر علما کی تحقیقات نے ثابت کر دیا کہ وہ سب روایات موضوع نہیں ہیں بلکہ دیگر مدارجِ حدیث میں کسی درجے پر ہیں۔

موضوعات پر مشتمل کچھ کتابوں پر آپ نے نقد کیا اور کہا کہ ان میں صحیح اور حسن حدیثیں بطور موضوع روایت کے آچکی ہیں، صغانی (م ۶۵۰ھ)، جوزقانی (م ۵۴۳ھ)، عمر بن بدر موصلی (م ۶۲۲ھ)، شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) کی کتابوں میں اس کی نظائر موجود ہیں، جبکہ بیہقی کا طرزِ عمل یہ ہے کہ احناف کی مستدل روایت کی تردید کے رواۃ کے متعلق اقوالِ جرح نقل کرتے ہیں، جبکہ اپنے مذہب کی تائید میں انہیں راویوں کی روایات سے استدلال کر لیتے ہیں۔[26]

اس بحث کے اختتام پر مولانا لکھتے ہیں:

"اکثر یہ ہوتا ہے کہ بحسبِ مقتضیٰ و شانِ طبیعت وغیرہ ایک صحیح غرض محدّثین کے پیشِ نظر ہوتی ہے جس کے لحاظ سے اسناد پر غور کر کے جرح و تعدیل میں ان اقوال پر اعتماد کرتے ہیں جو مفید مدعیٰ ہوں"[27]

یعنی محدّثین کی نیت میں خرابی نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنے مقصود و مدعیٰ کے ثبوت جمع کر رہے ہوتے ہیں اور ان کے پیشِ نظر جو غرض ہوتی ہے وہ درست ہوتی ہے۔ جبکہ اطراف پر ان کی توجہ کامل نہیں رہتی جس کی وجہ سے حکمِ حدیث لگانے میں خطا سرزد ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ابنِ جوزی (م ۵۹۷ھ) سے ہوا، صحاح ستہ کی بہت سی روایات کو موضوعات میں ڈال دیا اور بالخصوص بخاری و مسلم کی صحیحین بھی ابن جوزی (م ۵۹۷ھ) کے قلمِ تنقید سے محفوظ نہ رہ سکیں۔

چھوٹے گناہ پر سخت وعید کا ہونا بھی کسی حدیث کے موضوع ہونے کا قطعی قرینہ نہیں ہو سکتا، اس بات کے ثبوت میں بھی مولانا نے قرآن وحدیث سے حوالے دیے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا"(28)

"جس نے کسی جان کو جان بوجھ کر قتل کیا تو اس کی جزاء جہنم ہے اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہے اور اس کے لیے اللہ نے بڑا عذاب تیار کرر کھا ہے"

اس آیت میں قاتل کو کافر والی سزا **خلود فی النار** سنائی جارہی ہے جبکہ قتل عمد کبیرہ گناہ ہے کفر نہیں، مولانا اس پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"اگر کہا جائے کہ اس آیہ شریفہ میں تاویل کی گئی ہے تو ہم کہیں گے کہ اچھا ویسی ہی اس حدیث میں بھی تاویل کرسکتے ہیں صرف قرینہ پر موضوع کہنے کی کوئی ضرورت نہیں"(29)

مولانا قدیم محدّثین کے پیش کردہ قرائنِ وضع سے انکار نہیں کرتے بلکہ فقط قرائن کی بنیاد پر کسی روایت کو موضوع کہہ دینے کے مخالف ہیں۔اگر یہ قرائن آیاتِ قرآنیہ کے خلاف جاتے ہیں تو تاویل کی جاتی ہے، تو بقول مولانا صرف قرینہ کی بنا پر کسی روایت کو موضوع قرار دینے سے قبل بھی اگر تاویل کرلی جائے تو ہو سکتا ہے اس ذریعہ سے وہ روایت اسلامی اصولوں کے موافق قرار پائے اور امت کے لیے قابلِ عمل بن جائے۔

قرائنِ خارجیہ:

کسی واقعہ میں ایک جماعت کثیرہ موجود ہو اور سوائے ایک شخص کے کسی نے اس کو روایت نہ کیا ہو یہ بھی قرینہ وضع ہے اس لیے کہ اگر وہ خبر صحیح ہوتی تو اور لوگ بھی جو اس جماعت کا حصہ تھے اسے ضرور روایت کرتے، لیکن مولانا اس قرینہ کو بھی موضوعیت کے لیے قطعی تسلیم نہیں کرتے اور وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس سے بھی قطعیت وضع کی ثابت نہیں ہو سکتی اس لیے کہ کل حدیثیں تو محدّثین کو پہنچی ہی نہیں تا کہ یقین ہو کہ کسی دوسرے نے اس کو روایت نہیں کیا"(30)

مولانا کے نزدیک جن علما نے احادیث کے اعداد و شمار پر کام کیا ہے وہ تخمینے سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں رکھتی کیونکہ علما کا اس حوالے سے شدید اختلاف موجود ہے مولانا نے چند علما کے بیان کردہ اعداد و شمار پیش کیے ہیں:

ابو الفیض محمد بن علی فارسی نے ابن جوزی کا قول نقل کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ متون حدیث کی تعداد ایک لاکھ ہے، جبکہ امام احمد بن حنبل کے پاس ساڑھے سات لاکھ احادیث تھیں، اگر دیکھا جائے تو ساڑھے سات لاکھ میں بھی انحصار نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے اگر دن رات میں دس گیارہ اقوال ہی فرض کر لیے جائیں تو ایّامِ نبوت کے اقوال قریباً ایک لاکھ ہو جائیں گے اور ہر قول

مبارک کی روایت اگر دس صحابہ سے بھی ہو تو روایات دس لاکھ سے زائد ہو جائیں گی، کیونکہ ہر صحابی کی روایت مستقل حدیث سمجھی جاتی ہے یہ دس لاکھ بھی ہم کم سے کم فرض کر رہے ہیں، پھر احادیثِ افعال و تقریر اور صحابہ و تابعین کے اقوال و افعال اور اخبارِ کتب ماضیہ وغیرہ، جن پر حدیث کا اطلاق ہوتا ہے، وہ ابھی باقی ہیں۔(31)

سخاوی(م ۹۰۲ھ) لکھتے ہیں:

"وكذا آثار الصحابة والتابعين وغيرهم وفتاويهم مما كان السلف يطلقون على كله حديثا"(32)

"آثارِ صحابہ و تابعین اور ان کے فتاویٰ کو سلف صالحین احادیث میں شمار کرتے تھے"

اس بحث کے بعد یہ اندازہ لگانا مشکل ہو جائے گا کہ احادیث کی تعداد کتنی ہے، اس بات کو ثابت کرنے کے لیے نہایت مدلّل قریباً چالیس صفحات مولانا نے تحریر کیے، جن میں اس چیز کا بیان ہے کہ کن کن شخصیات نے کن کن وجوہات کی بنا پر مخصوص لوگوں سے روایت نہیں کی، اور احتیاط کے وہ کون سے پہلو تھے جنہوں نے بعض اہلِ علم کو روایتِ حدیث سے منع رکھا۔

نقادِ حدیث کے ہاں حدیث موجود نہ ہونے کا قرینہ:

کسی روایت کے موضوع ہونے کا ایک قرینہ یہ ہے کہ وہ روایت نقاد حدیث کے ہاں موجود نہ ہو، مولانا انوار اللہ کو اس قرینہ میں بھی کلام ہے، لکھتے ہیں:

"ہر چند کہ یہ بات بظاہر ٹھیک معلوم ہوتی ہے، مگر غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ بھی قطعی قرینہ نہیں اس لیے کہ کسی کا روایت نہ کرنا تو جب معلوم ہو کہ تمام دنیا کے علما کا علم اور جمیع کتب احادیث کا حفظ از بر ہو اور یہ ممکن نہیں"(33)

کیونکہ تمام احادیث کا علم کسی شخص کے پاس ہونا ممکن نہیں اس پر ابن تیمیہ (م:۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

"إحَاطَةُ وَاحِدٍ بِجَمِيعِ حَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَهَذَا لَا يُمْكِنُ ادِّعَاؤُهُ قَطُّ"(34)

"کسی ایک شخص کا احادیثِ رسول کا احاطہ کرنے کا دعویٰ کرنا کسی صورت ممکن نہیں"

ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) وسیع المطالعہ اہلِ علم میں سے ایک ہیں، اس بات پر انہوں نے کثیر دلائل بھی دیے کہ کوئی شخص تمام احادیث کے علم کا دعویٰ ہر گز نہیں کر سکتا، ایک تو احادیث کی تعداد کی زیادتی کی وجہ سے دوسرا اس لیے کہ بہت ساری روایات پہنچ بھی نہ سکیں۔ ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) اس موضوع پر تفصیلی بحث کے بعد لکھتے ہیں:

"فَلَا يَجُوزُ أَنْ يَدَّعِيَ انْحِصَارَ حَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَوَاوِينَ مُعَيَّنَةٍ"(35)

"کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث (تمام احادیث) کو معین کتب میں منحصر کرنے کا دعویٰ کرے"

وضع کا ایک قرینہ یہ ہے کہ کوئی روایت سنتے ہی رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور دل میں نفرت پیدا ہو جائے۔اس قرینہ سے بھی مولانا مکمل طور پر اتفاق نہیں کرتے، لکھتے ہیں:

"کسی حدیث کا مخالفِ عقل و نقل ہونا موضوعیت کے لیے قطعی قرینہ نہیں ہو سکتا، ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث موضوع کی جو پہچان بتلائی کہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دِل میں نفرت پیدا ہوتی ہے تو یہ بھی کوئی قطعی قرینہ نہیں ہو سکتا"

اس پر مولانا انوار اللہ نے حدیث سے دلیل پیش کی اور اس پر وقیع بحث کر کے اپنے مؤقف کو مضبوط کیا، حدیث درج ذیل ہے:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّ اللَّهَ قَالَ: مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ: كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ، وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ المُؤْمِنِ، يَكْرَهُ المَوْتَ وَ أَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ "[36]

"حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس نے میرے ولی سے عداوت رکھی میں اس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں اور کوئی بندہ میرا اقرب ہرگز حاصل نہیں کر سکتا ایسی چیز سے جو میری پسندیدہ ہو اور جسے میں نے فرض کیا (یعنی ادائے فرض سب سے پسندیدہ عمل ہے)، ہمیشہ میرا بندا نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے، اسی لیے میں اس کو دوست رکھتا ہوں اور جب اس کو دوست بنالیتا ہوں تو ہو جاتا ہوں اس کی سماعت جس سے وہ سنتا ہے اور بصارت جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ جن سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں جن سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں عطا کرتا ہوں اور اگر پناہ مانگے تو پناہ عطا کرتا ہوں، مجھے کسی کام کے کرنے میں تردّد نہیں ہوتا سوائے اس مؤمن کی روح قبض کرنے میں جو موت کو ناپسندیدہ جانتا ہے اور مجھے اس کا موت کو برا جاننا اچھا نہیں لگتا"

اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد مولانا انوار اللہ حیدرآبادی رقمطراز ہیں:

"دیکھیے کہ خدائے تعالیٰ کا کسی بندہ کے ہاتھ پاؤں ہو جانا اور قبض روح کے وقت تردّد کرنا کیسی حیرت انگیز بات ہے، اگر روایت بخاری سے قطع نظر کی جا کر اس حدیث کے مضمون کو دیکھا جائے تو کیا رونگٹے نہ کھڑے ہونگے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر خدائے تعالیٰ رحمت نازل کرے جو بلا لحاظ قرینہ اس حدیث کو اپنی صحیح میں درج کر دیا، ورنہ یہی حدیث اگر کسی ولی کی صدق زبان الہام ترجمان سے کہی جاتی تو وہ غالباً کافر یا مشرک بنایا جاتا"[37]

ذہبی (م ۷۴۸ھ) اس حدیث کے ایک راوی خالد بن مخلد کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

"هذا حديث غريب جدا لولا هيبة الصحيح لعدوه في منكرات خالد بن مخلد"(38)

"یہ حدیث نہایت غریب ہے اگر صحیح بخاری کی ہیبت نہ ہوتی تو ماہرین اسے خالد بن مخلد کے منکرات میں شمار کرتے"

ابن حجر عسقلانی نے بھی یہ بات بیان کی ہے۔(39)

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ راوی کے نام میں ناقد کو غلطی لگ جاتی ہے جس کی وجہ سے حکم حدیث میں خطا واقع ہو جاتی ہے، مولانا نے ابنِ جوزی (م ۵۹۷ھ) کے حوالے سے لکھا کہ انہوں نے ایک روایت کو موضوع کہا جس کے راوی سدی ہیں جو کہ کذّاب ہے، لیکن سیوطی (م ۹۱۱ھ) نے اس پر تعقّب کیا اور کہا کہ ابن جوزی (م ۵۹۷ھ) سدی کو محمد بن مروان صغیر سمجھے، حالانکہ یہ وہ نہیں ہیں، وہ سدی اسماعیل بن عبد الرّحمٰن کبیر ہیں جن کی روایتیں صحیح مسلم میں موجود ہیں۔(40)

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدیث کا مطلب سمجھ میں نہ آنے سے اس پر موضوعیت کا حکم لگا دیا جاتا ہے جیسا کہ ابن جوزی (م ۵۹۷ھ) نے درج ذیل حدیث کو موضوع قرار دیا:

"عِنْدَ رَأْسِ الْمِائَةِ سَنَةٍ يَبْعَثُ اللَّهُ رِيحًا بَارِدَةً طَيِّبَةً يَقْبِضُ فِيهَا رُوحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ هَذَا حَدِيث بَاطِل يكذبهُ الْوُجُود"(41)

"ہر صدی کے آخر میں اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ سرد ہوا بھیجے گا جس سے تمام مؤمنین کی روحیں قبض ہو جائیں گی، یہ حدیث باطل ہے کیونکہ اس کا وقوع نہیں ہوا جس سے اس کے کذب کا پتہ چلتا ہے"

سیوطی (م ۹۱۱ھ) اس پر تعقّب کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

(قُلْتُ) الْحَدِيث صَحِيح أَخْرَجَهُ أَبُو يَعْلَى وَالرُّويَانِيّ فِي مسنديهما وَابْن قَانِع فِي مُعْجَمه وَالْحَاكِم فِي الْمُسْتَدْرك وَصَححهُ أَيْضا المقدسيّ وَأورده فِي المختارة(42)

"میں کہتا ہوں یہ حدیث صحیح ہے یہ حدیث ابو یعلیٰ اور رویانی نے اپنی اپنی مسند میں ابن قانع نے معجم میں اور حاکم نے مستدرک میں، اسی طرح مقدسی نے اس کی تصحیح کی نیز اسے مختارۃ میں بیان کیا"

سیوطی (م ۹۱۱ھ) نے کثیر طرق بیان کرنے کے بعد اس مغالطہ کو دور کیا جس کی بنا پر ابن جوزی (م ۵۹۷ھ) نے مذکورہ روایت کو موضوع قرار دیا:

"والمؤلف ظن أَنَّهَا الْمِائَة الأولى مِنَ الْهِجْرَة ولَيْسَ كَذَلِك"(43)

"مؤلف (ابن جوزی) کا گمان یہ تھا کہ اس سے مراد پہلی صدی ہجری تھی، حالانکہ معاملہ ایسا نہیں تھا"

یعنی ابن جوزی(م ۵۹۷ھ) یہ سمجھے کہ یہ تیز ہوا پہلی صدی میں چلنی تھی حالانکہ ماہرینِ علمِ حدیث اس بات کی وضاحت کر چکے ہیں کہ اس سے مراد قیامت کے قریب کا وقت ہے نہ کہ ابتدائی صدیوں میں ایسی ہوا چلنا لازم، چنانچہ طاہر پٹنی اس بارے میں مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قُلْتُ بَلْ هُوَ صَحِيح رُوِيَ بطرق صِحَاح وَهَذِه الْمِائَة قرب السَّاعَة والمؤلف ظن أَنَّهَا الْمِائَة الأولى من الْهِجْرَة"(44)

"میں کہتا ہوں بلکہ یہ روایت صحیح ہے اور صحیح طرق سے مروی ہے اور اس حدیث میں مذکور صدی قرب قیامت آئے گی جبکہ مؤلف (ابن جوزی) کا گمان یہ تھا کہ اس سے مراد پہلی ہجری صدی تھی"

مذکورہ حدیث میں حکمِ وضع اس لیے لگا دیا گیا کہ یہ واقعہ کیوں ابھی تک رونما نہیں ہوا، معلوم ہوا کہ ناقد پر کسی حدیث کے مفہوم کا واضح نہ ہونا بھی حکمِ حدیث میں خطا کا باعث بن سکتا ہے۔

قرائنِ وضع پر نہایت تفصیلی بحث کرنے کے بعد مولانا انوار اللہ حیدر آبادی(م ۱۳۳۶ھ) لکھتے ہیں:

"اب یہ بات معلوم کرنا چاہیے کہ باوجود قرائن مذکورہ ہونے کے جب محدّثین کسی حدیث کو موضوع کہتے ہیں تو اس سے مطلب یہ ہے کہ اسناد اس کے موضوع ہیں، متنِ حدیث میں کلام نہیں اسی وجہ سے اگر کوئی قرینہ وضع الفاظ یا معانی حدیث سے متعلق پایا جاتا ہے تو بھی بیان علّت کے وقت کسی راوی کی طرف اس کی خرابی منسوب کر دیتے ہیں، غرض باوجود حکمِ موضوعیت کے نفسِ حدیث اس حکم سے خارج رہتی ہے"(45)

مولانا اس جگہ اپنے پورے رسالے کا مغز بیان کر رہے ہیں، جب بھی کوئی ناقد کسی روایت پر حکمِ وضع لگاتا ہے اس کے پیشِ نظر سندِ حدیث ہوتی ہے، جبکہ کسی اور صحیح سند کے ساتھ اسی روایت کے وجود کا امکان موجود ہے، یا الفاظ کے اختلاف کے ساتھ کسی اور جگہ وہ روایت موجود ہوتی ہے۔

محدّثین اور فقہا کے درمیان اس حوالے سے کافی فرق ہے کہ جب کسی حدیث پر حکمِ وضع وغیرہ لگتا ہے تو اس سے مراد کیا ہوتی ہے اس بارے میں مولانا انوار اللہ، سبکی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"محدّثین جب کسی حدیث کو منکر وغیرہ کہتے ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ متنِ حدیث قابلِ ردّ ہے بخلاف اس کے جب فقہا کسی حدیث کو موضوع کہتے ہیں تو اس سے یہ بات سمجھی جاتی ہے"(46)

یعنی فقہا جب کسی روایت کو موضوع کہتے ہیں تو ان کی نظر متن پر مرکوز ہوتی ہے، جبکہ محدّثین اسناد کی طرف زیادہ توجہ رکھتے ہیں۔ محدّثین کے متعلق مزید لکھتے ہیں:

"محدّثین جس حدیث کو موضوع کہتے ہیں تو یہ کہنا بحسبِ قرائن ہوتا ہے اور ابھی معلوم ہوا کہ جب کوئی قرینہ قطعی نہیں تو وہ حکم بھی قطعی نہ ہو گا جو صرف اسناد سے متعلق ہے، پھر متنِ حدیث موضوعیت سے کیسے متہم ہو سکتا ہے"(47)

مولانا قرائن کا انکار نہیں کرتے بلکہ وہ قرائنِ وضع کی قطعیت کو تسلیم نہیں کرتے اور ان کا کہنا ہے کہ جب کوئی قرینہ قطعی نہیں جن کا تعلق بھی متن کے ساتھ ہے، تو نفسِ حدیث کو اسناد کی بنیاد پر کس طرح موضوع قرار دیا جاسکتا ہے؟
موضوع روایت کو بیان کرنے کے حکم کے حوالے سے بھی آپ نے کلام کیا، جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

متنِ حدیث میں صحت و وضع دونوں کا احتمال ہو اور تعارض پایا جارہا ہو تو دیکھا جائے گا کہ جس نے اس روایت کی تخریج کی ہے وہ محدّث ہے یا نہیں اگر وہ محدّث ہے تو سنن ابن ماجہ کی اس روایت کے پیشِ نظر وہ کاذب کہلانے کا حق دار ہو گا:

"عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ حَدَّثَ عَنِّي حَدِيثًا وَهُوَ يَرَى أَنَّهُ كَذِبٌ، فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبَيْنِ"(48)

"حضرت سمرہ بن جندب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ سے ایسی بات روایت کی جو جھوٹ گمان کی جاتی ہے، وہ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے"

جس نے روایت وضع کی وہ بھی اور جس نے وہ روایت آگے بیان کی وہ بھی وعید میں شامل ہے اور دونوں کاذب ہیں۔

کتاب کے آخر میں مولانا نے ایک اہم بات بیان کی جو اس موضوع کی بنیادی اور نہایت ضروری بحث ہے لکھتے ہیں:

"یہ بات متحقق ہے کہ احادیثِ احکام و عقائد میں کمال احتیاط ہونا چاہیے، اس لیے کہ فضائل میں نسخ اور تعارض نہیں، اس میں فوائد یہ ہیں کہ کسی اچھے فعل کا کرنا خواہ قسم عبادت یا حسنِ اخلاق وغیرہ سے ہو عامل کو مقصود اور مطلوب ہوتا ہے اگر اوس عبادت میں ثواب کا وعدہ ہے تو اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم وسیع ہے ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ اگر کوئی اوس فعل یا عبادت کو کر کے امیدوار فضل کا ہونا چاہے تو جہاں حق تعالیٰ کے لفظِ کُن سے ہزارہا عالم بن گئے اوس کے وسیع رحمت سے اس بیچارہ کی نیتِ صدق پر ثواب ملنا کچھ غیر ممکن نہیں"(49)

عقائد و احکام میں تو متواتر، مشہور، صحاح اور حِسان وغیرہ سے ہی استدلال کیا جاسکتا ہے، البتہ فضائل اعمال میں ضعاف پر بھی عمل جائز ہے اور ثواب کی امید تو پروردگارِ عالم سے ہے جس کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں اور اس کا فضل بہت وسیع ہے۔

اس رسالہ میں مولانا انوار اللہ حیدر آبادی (م ۱۳۳۶ھ) نے ان مباحث کو زیادہ جگہ دی جن کی تفصیلات محدّثین کے ہاں ایک جگہ نہیں ملتی۔ مولانا کی تحریر پڑھنے کے بعد جو اہم بات سامنے آتی ہے اور جس پر مولانا کی ساری فکر کا دارومدار رہے وہ یہ کہ جس طرح من گھڑت روایت بیان کرنا، وضع کرنا، اس پر عمل پیرا ہونا وغیرہ سنگین جرم ہے اسی طرح کسی صحیح، حسن یا ضعیف

حدیث کو جو موضوع کے درجے کو نہ پہنچتی ہو اسے موضوع کہنا بھی جرمِ عظیم ہے اور اسی طرح سنگین جرم ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ، وہ اس لیے کہ واضع تو ایک من گھڑت بات کو جنابِ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر کے جہنم کا حق دار ٹھہرتا ہے جبکہ غیر موضوع کو موضوع کہنے والا کلامِ مصطفیٰ ﷺ کو جھوٹ کہنے کی جسارت کر رہا ہے، جو کہ نہایت نازیبا حرکت ہے، مولانا کی فکر سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جتنا زور اہلِ علم نے موضوع روایات کی شناخت میں لگایا، اس سے زیادہ کاوش کی ضرورت ہے اس معاملہ میں کہ رسول اللہ ﷺ کے کسی فرمانِ ذیشان کو تحقیر کی نظر سے نہ دیکھا جائے اور حکمِ حدیث لگانے میں نہایت دیانتداری کا مظاہرہ کرنا، ہر قسم کے مذہبی تعصّب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے درست حکمِ حدیث لگانا ایک ناقدِ حدیث کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ اس سلسلہ میں کسی ایک محدّث کے قول پر اکتفا کرنا دانش مندی سے خالی ہے، کیونکہ جس جس شخصیت نے بھی اس موضوع پر کام کیا اس پر نقد ہوا اس کی ساری بات کو مِن و عَن تسلیم نہیں کیا گیا بلکہ ناقدین کی کڑی تنقید کے بعد ان کے حدیث پر لگائے ہوئے حکم پر عمل کیا گیا۔ ابن جوزی (م ۵۹۷ھ) پر کثیر ائمہ نے نقد کیا۔ باقاعدہ کتب تحریر کیں، سیوطی (م ۹۱۱ھ) و عسقلانی پہلی صفوں میں نظر آتے ہیں۔ صاغانی (م ۶۵۰ھ) پر بعد کے ائمہ نے نقد کیا، مختصر یہ کہ اس حوالے سے ایک تاریخی تسلسل ہے۔ اور جن ائمہ نے موضوعات پر کتب لکھی ہیں ان میں بھی ساری موضوع روایات درج نہیں، بلکہ مختلف اقسام کی کتب ہیں بعض میں خود رواۃ پر بحث کر کے حکمِ وضع لگایا گیا ہے جیسے ابن جوزی کی موضوعات، بعض ایسی ہیں جن میں صرف دوسرے علما کی تحقیق کے مطابق روایات کو جمع کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ سابقہ علما نے جو حکم لگایا وہ درست تھا یا نہیں۔

حوالہ جات

(1) الحسنی، عبدالحیٔ، نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر، بیروت: دار ابن حزم، ۱۹۹۹ء، ج۸، ص۱۱۹۷

Al Hasanī,Abd al-Ḥay'ī,Nuzhat al-khawātir wa bahjat al-Masāma‘ wa al-nawāzir,beruite:Dār ibn e-Ḥazm ,1999,Vol. 8, p. 1197

(2) ایضاً

Ibid

(3) نظامی، فصیح الدین، مرقع انوار، حیدرآباد ہند: مجلس اشاعت العلوم، ۲۰۰۸ء، ص۲۶

Nizāmī,Fasīh al-Dīn,Marqa'e Anwār,Haidar Abād Hind: Majlis e ishā'at e ulūm,2008, p.26

(4) حیدرآبادی، محمد انوار اللہ، الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع، میرٹھ: مطبع ہاشمی، س ن، ص۱۹

Haydar Abādī,Muhammad Anwār Ullah,Al-kalām al Marfū‘ fī mā yatallaqu bi al-Ḥadīth al Mawḍū',Mīrath,Hāshmī publisher, p. 19

(5)ایضاً، ص ۲۰

Ibid, p.20

(6)ایضاً

Ibid

(7)سیوطی، جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمن بن ابی بکر(849-911ھ/1445-1505ء)۔ تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی، تحقیق: ابوقتیبہ نظر محمد الفاریابی، بیروت: دار طیبہ، س ن، ج ۱، ص ۳۲۵

Al Sayyoti,Abdul Rehman bin Abī Bakar, Beirut: Tadrīb al-Rᾱvī , Dᾱr e Taiba,vol. 1, p.325

(8) الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع، ص ۲۰-۲۱ ملخصاً

Al-kalᾱm ul Marfū‘ fīmᾱ yatallaqu bi al-Ḥadīth al Mawḍū’, p. 19, pp.20-21,precisely

(9)ایضاً، ص ۲۱ ملخصاً

Ibid, p. 21, precisely

(10)ابن جوزی، عبدالرحمٰن بن علی، الموضوعات، تحقیق: عبدالرحمٰن محمد عثمان، المدینۃ المنورۃ: المکتبۃ السلفیۃ، ۱۹۶۶ء، ج ۳، ص ۲۱۲

Ibn e-jawzī,Abd al-Rahmᾱn bin ‘Alī, Al-Mozū,ᾱt,a-Madīna: Al-maktaba tul Salfia ,1966,V3,P212

(11)السیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، النکت البدیعات علی الموضوعات، تحقیق: دکتور عبداللہ شعبان، مکۃ المکرمۃ: دار مکۃ المکرمۃ، ۲۰۰۴ء، ص ۱۲۲

Al Sayyūtī, Al Nukat al-badī’ᾱt ‘alᾱ al-Mawḍū’ᾱt, Makkah: Dᾱr e Makkah al- mukaramah , 2004, p.122

(12)ایضاً

Ibid

(13) الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع، ص ۲۸

Al-kalᾱm ul Marfū‘ fīmᾱ yatallaqu bi al-Ḥadīth al Mawḍū’, p.28

(14) الموضوعات، ج ۳، ص ۲۲۳

al-Mawḍū’ᾱt, Vol. 3, p. 223

(15)البیہقی، احمد بن حسین، شعب الایمان، باب الصلاۃ علی من مات من اہل القبلہ، تحقیق: دکتور عبدالعلی عبدالحمید حامد، ریاض: مکتبۃ الرشد، ۲۰۰۳ء، ج ۱۱، ص ۴۶۵، رقم الحدیث: ۸۸۴۷

Al Bēhqī, Ahmad bin Hussain,Shi’b al-Imᾱn, Riyᾱḍ, Maktabt al-Rushd, 2003, Vol. 11, pp. 465,8847

(16) مسلم، ابن الحجاج قشیری (206-261ھ / 821-875ء)، الصحیح۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ج ۱، ص ۲۵
Al-Qushayrī,Muslim ibn Hajjᾱj, Preface of Saḥīḥ Muslim,vol. 1, p. 25

(17) البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب التعبیر، باب من رای النبی فی المنام، ریاض: دار السلام، ۲۰۰۱ء، رقم الحدیث: ۶۹۹۶
Al Bukhᾱrī, Muhammad ibn Ismᾱ’īl, Saḥīḥ li al-Bukhari, Kitab al-Ta’bīr, Riyaḍ, Dᾱr al-Salᾱm,2001, Ḥadīth: 6996

(18) الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع، ص ۳۰
Al-kalᾱm ul Marfū‘ fīmᾱ yatallaqu bi al-Ḥadīth al Mawḍū’, p. 30

(19) تدریب الراوی، ج ۱، ص ۳۲۶
Tadrīb a-Rᾱvī, Vol. 1, p. 326

(20) الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع، ص ۳۱
Al-kalᾱm ul Marfū‘ fīmᾱ yatallaqu bi al-Ḥadīth al Mawḍū’, p. 31

Al Qur’an 3:97

(22) القزوینی، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب مایرجی من رحمۃ اللہ یوم القیامۃ تحقیق: فؤاد عبد الباقی، حلب: دار احیاء الکتب العربیۃ، س ن، رقم الحدیث: ۴۳۰۰۔۔ اس حدیث کو البانی نے صحیح قرار دیا۔ اور الفاظ کے اختلاف کے ساتھ یہ روایت مسند احمد، سنن ترمذی اور صحیح ابن حبان میں موجود ہے اور محدّثین اسے حدیثِ بطاقۃ کے نام سے یاد کرتے ہیں اور حمزہ بن محمد کنانی مصری (م: ۳۵۷ھ) کی کتاب جزء البطاقۃ اس پر شاہد ہے۔
Al Qazwaini,Muhammad bin Yazīd,Sunan Ibn e Mᾱjah,Kitᾱb al-Zuhd, Halab :Dᾱr e Iḥyᾱ, Ḥadīth: 4300

(23) الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع، ص ۳۴-۴۱
Al-kalᾱm ul Marfū‘ fīmᾱ yata‘llaqu bi al-Ḥadīth al Mawḍū’, pp. 34-41

(24) ایضاً، ص ۴۱
Ibid, p. 41

(25) ایضاً، ص ۴۲
Ibid, p. 42

(26) ایضاً، ص ۴۴، ملخصاً
Ibid, p. 44 precisely

(27) ایضاً، ص ۴۴۔۴۵
Ibid, pp. 44-45

(28)القرآن ۹۳:۴

Al-Qur’an, 93:4

(29)الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع، ص ۴۷

Al-kalām ul Marfū‘ fīmā yatallaqu bi al-Ḥadīth al Mawḍū’, p. 47

(30)ایضاً، ص ۴۷

Ibid, p. 47

(31)ایضاً، ص ۴۸۔۴۹ ملخصاً

Ibid, pp.48-49 precisely

(32)السخاوی، محمد بن عبد الرحمٰن، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث، تحقیق: علی حسین علی، مصر: مکتبۃ السنۃ، ۲۰۰۳ء، ج ۱، ص ۴۹

Al Sakhāvī, Muhammad bin Abd al-Rehmān , Fatḥ al-Mughīth, Egypt: Maktabat al-Sunnah,2003,V1,P49

(33)الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع، ص ۸۶

Al-kalām ul Marfū‘ fīmā yatallaqu bi al-Ḥadīth al Mawḍū’, p. 86

(34)ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، رفع الملام عن الائمۃ الاعلام، ریاض: الرئاسۃ العامۃ لادارات البحوث العلمیۃ، ۱۹۸۳ء، ص ۱۰

Ibn e Taimiyyah ,Ahmad bin Abd al-Halīm ,Raf’ al-Malām ,Rayāḍ: Al ri’āsat al-Āmah ,1983, p. 10

(35)ایضاً، ص ۱۷

Ibid, p. 17

(36) صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، رقم الحدیث: ۶۵۰۲

Saḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Ta’bīr, Ḥadīth No:6502

(37)الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع، ص ۹۵-۹۶

Al-kalām ul Marfū‘ fīmā yatallaqu bi al-Ḥadīth al Mawḍū’, pp. 95-96

(38)الذہبی، محمد بن احمد، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، تحقیق: علی محمد البجاوی، بیروت: دار المعرفہ، ۱۹۶۳ء، ج ۱، ص ۶۴۱

Al -Dhahbī, Muhammad bin Ahmad, Mīzān al-Aitdāl, Vol.1, P641

(39)العسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، تحقیق: فؤاد عبد الباقی، بیروت: دار المعرفۃ، ۱۳۷۹ھ، ج ۱۱، ص ۳۴۱

Al asqalāni, Ahmad bin ‘Alī, Fatḥ al-Bārī, Beruite: Dār al-m’ārifah,1379 Hijri,Vol. 11, p. 341

(40)الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع، ص ۹۶ ملخصاً

Al-kalām ul Marfū‘ fīmā yatallaqu bi al-Ḥadīth al Mawḍū’, p. 96, precisely

(41) الموضوعات، ج ۳، ص ۱۹۳

Al Mawḍū'ᾱt,vol. 3,p. 193

(42)السیوطی، عبد الرحمٰن بن ابی بکر، اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ، ج ۲، ص ۳۲۴

Al Sayyūtī,Abdul Rahman bin Abī Bakar, Al 'Ālī al-Maṣnū'ᾱ fi al-Aḥᾱdīth al-Mawdū'at,Vol. 2, p. 324

(43)ایضاً

Ibid,

(44)پٹنی، طاہر بن علی، تذکرۃ الموضوعات، مصر: ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ، ۱۳۴۳ھ، ص ۲۲۲

Patnī,Ṭᾱhir bin 'Alī, Tazkira tul Mawḍū'ᾱt, Egypt: Idᾱrat al-Munīrīyyah,1343 AD, p. 222

(45)الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع، ص ۹۸-۹۹

Al-kalᾱm ul Marfū' fīmᾱ yatallaqu bi al-Ḥadīth al Mawḍū', pp. 98-99

(46)ایضاً، ص ۱۰۰

Ibid, p. 100

(47)ایضاً، ص ۱۰۰

Ibid, p. 100

(48)القزوینی، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، باب من حدث عن رسول اللہ ﷺ حدیث اوھو یری انّہ کذب، تحقیق: فؤاد عبد الباقی، مصر: داراحیاء الکتب العربیۃ، س ن، رقم الحدیث ۳۹

Al Qazwīnī,Muhammad bin Yazīd,Sunan Ibn e-Mᾱjah, Halab: Dᾱr e Ihyᾱ al-Kutub al-Arbiyah, Ḥadīth 39

(49)الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع، ص ۱۱۰

Al-kalᾱm al-Marfū' fīmᾱ yatallaqu bi al-Ḥadīth al Mawḍū', p. 110